از افادات ابن تیمیہؒ

علماء سوء اور گمراہ صوفی

جس فعل کی ضرورت عہد نبوی میں موجود تھی مگر آپ نے اسے مشروع قرار نہیں دیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے اس کی مصلحت تسلیم نہیں کی۔ ظاہر ہے ایسے فعل کو جائز قرار دینا دین الٰہی میں تبدیلی کرنا ہے۔ اس قسم کی جرات گمراہ بادشاہوں اور بیباک عالموں و عابدوں ہی سے سرزد ہوتی رہی ہے جو دین میں تبدیلی پر بہت جری تھے یا ان لوگوں سے واقع ہوئی ہے جس کو اپنے اجتہاد میں ٹھوکر لگی ہے۔ نبی ﷺ سے متعدد صحابہ نے روایت کیا کہ میں تم پر سب سے زیادہ جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ عالم کی ٹھوکر ہے، قرآن کو لے کر منافق کا جدل ہے اور گمراہ پیشوا ہیں۔

مسکت استدلال

اس سلسلے کی ایک مثال عیدین میں اذان کا معاملہ ہے۔ بعض حکام نے اسے ایجاد کیا اور اس عہد کے مسلمانوں نے ان پر اعتراض کیا۔ اعتراض کی بنیاد یہی تھی کہ وہ بدعت ہے۔ ورنہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ ذکر الٰہی ہے اور مخلوق کو عبادت الٰہی کی طرف دعوت۔ لہٰذا آیت "واذکروا اللہ ذکرا کثیرا" اور آیت "من احسن قولا ممن دعا الی اللہ" کے حکم میں داخل ہے یا یہ کہ اسے جمعہ کی اذان پر قیاس کر لیا گیا ہے۔

ظاہر ہے عیدین میں اذان کے استحسان پر استدلال اس استدلال سے کہیں زیادہ قوی ہے جو اکثر بدعتوں کی تائید میں کیا جاتا ہے لیکن اس قومی استدلال پر بھی وہ بدعت ہی ہے - کیونکہ عیدین میں اذان کی جو ضرورت بھی بتائی جائے وہ عہد نبویؐ میں بھی موجود تھی اور ظاہر ہے اس کے خلاف کوئی مانع بھی درپیش نہ تھا۔ مگر اس پر بھی رسول اللہ ﷺ نے اسے ترک کر دیا۔ جمعہ میں اذان کا حکم دیا۔ لیکن عیدین کی نماز بغیر اذان و اقامت کے پڑھی۔ چونکہ آپ کا کسی فعل کو ترک کر دینا بھی اسی طرح سنت ہے جس طرح آپ کا کسی فعل کو اختیار کر لینا' اس عیدین میں اذان کا ترک سنت ہو گیا۔ اب کسی کے لئے روا نہیں کہ اس طریقے میں کمی بیشی کرے۔

اس میں دست اندازی ایسی ہی ہے جیسے کوئی نماز کی رکعتوں میں اضافہ کر دے۔ ظہر کی چار رکعتوں کی جائے پانچ پڑھنے لگے اور دلیل یہ پیش کرے کہ نماز عمل صالح ہے۔ چار کی جگہ پانچ رکعت' عمل صالح میں اضافہ ہے۔ اس لئے مستحسن و مباح عمل ہے۔

اس طرح یہ بھی جائز ہوگا کہ کوئی ایک جگہ مخصوص کر کے دعا و ذکر الٰہی کے لئے اس کا قصد کیا جائے اور دلیل میں کہا جائے کہ یہ تو بدعت حسنہ ہے۔ ہم اس فعل سے منع کریں گے اور کہیں گے کہ یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔ اس خاص فعل کی بابت ہمیں معلوم ہے کہ گمراہی سے قبل اس کے کہ اس کے متعلق نہی خاص ہم تک پہنچے نیز اس کی مضرت سے بھی ہم واقف ہیں۔ یہ مثال ایسے اعمال کی ہے جو اگر خیر ہوتے تو ان کی ضرورت پہلے بھی موجود تھی اور کوئی مانع بھی درپیش نہ تھا۔ مگر ان کی اجازت نہیں دی گئی۔ لہٰذا انہیں بدعت کی راہ سے اختیار کرنے والے کتنی ہی حجتیں اور دلیلیں پیش کریں مقبول نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ان کی یہ تمام نام نہاد مصلحتیں اور ضرورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی موجود تھیں۔ مگر اس کے باوجود آپ نے انہیں اختیار نہیں کیا۔ آپ کا یہ ترک بھی ایک خاص سنت ہے اور ہر عموم قیاس پر مقدم ہے۔

بدعت کے کام

اب ایسے بدعیہ اعمال کی مثال پیش کی جاتی ہے جن کا سبب لوگوں کی اپنی غلطی اور کوتاہی ہے اور وہ عیدین کی نماز سے پہلے خطبہ دینا ہے۔ بعض حکام نے یہ بدعت ایجاد کی۔ مسلمانوں نے اعتراض کیا۔ انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ

نمازی خطبہ سننے سے پہلے ہی اٹھ جاتے ہیں۔ حالانکہ عہد نبویؐ میں وہ خطبے کا انتظار کرتے تھے۔ ظاہر ہے اس بدعت کے جواز کے لئے یہ ضرورت صحیح قرار نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ یہ ضرورت خود ان احکام کی غلطی نے پیدا کر دی تھی۔ نبی ﷺ خطبہ سناتے تھے تو اس میں مسلمانوں کی فلاح و ہدایت کو مد نظر رکھتے تھے لیکن ان حکام کے پیش نظر اپنی سرداری اور وجاہت کے سوا کچھ نہ تھا۔ ظاہر ہے حکام کی معصیت کسی دوسری معصیت کے جواز کا سبب تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ یہ بدعت جاری کرنے کے بجائے صحیح راستہ ان حکام کے لئے یہ تھا کہ توبہ کرتے اور سنت نبویؐ کی پیروی کرتے۔ پھر دیکھتے کہ لوگ ان کا خطبہ سنتے ہیں یا نہیں۔ اگر اس پر بھی نہ سنتے تو خدا ان سے مواخذہ کرتا۔

بدعت و سنت

یہ دونوں اصلیں جو کوئی ذہن نشین کر لے گا بدعتوں کے بارے میں بہت سے شبہات سے نجات پاجائے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

"جب لوگ کوئی بدعت جاری کرتے ہیں۔ خدا ان کے دلوں سے اسی کے برابر کوئی ایک سنت نکال لیتا ہے؟"

اس مطلب کی طرف میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ درحقیقت سنن و شرائع دلوں کے لئے غذا ہیں۔ جب دل بدعتوں سے لبریز ہو جاتے ہیں تو ان سنتوں کے لئے گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی برے کھانے سے پیٹ بھر لے تو پھر اچھا کھانا کیسے کھاسکتا ہے؟

اکثر بدعتیں خود لوگوں کی اپنی غلطیوں سے پیدا ہوگئی ہیں۔ مثلاً حکام نے طرح طرح کی ظالمانہ روشیں اختیار کیں۔ ناجائز سزائیں مقرر کیں۔ ناجائز طور پر مال حاصل کیا۔ جرائم پر ناروا سزائیں مقرر کیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے شرعی طریقوں کے اجرا میں انہوں نے کوتاہی کی۔ حالانکہ حدود شرعیہ قائم کرتے اور امیر و غریب، قریب و بعید کا اس بارے میں امتیاز نہ کرتے، عدل الٰہی کا اجر ہر چیز پر مقدم رکھتے تو یہ بدعتیں جاری رکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ طرح طرح کے ظالمانہ محصول، ناروا سزائیں، اپنی حفاظت کے غلاموں اور سپاہیوں کے لشکر، کچھ بھی کرنا نہ پڑتا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین عمر بن عبدالعزیز اور دوسرے عادل حکام کا حال تھا۔

کتاب اللہ سے علماء کی دوری

اسی طرح اگر علماء کتاب اللہ کو قائم کرتے، اس کی آیات بینات کا تفقہ حاصل کرتے جو اللہ تعالیٰ کی حجتیں ہیں۔ اس کی ہدایت پر غور کرتے جو بعینہ علم نافع اور عمل صالح ہے اور حکمت الٰہی کو قائم کرتے جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا اور جو بعینہ سنت نبوی ہے۔ تو یقیناً انہیں اس میں گوناگوں علم نافع کے سرچشمے مل جاتے جو تمام علوم پر حاوی ہوتے، تب انہیں حق و باطل میں تمیز کی قدرت حاصل ہو جاتی اور حکم " وكذلك جعلنكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس"

"اسی طرح ہم نے تمہیں بہتر امت بنا دیا جس میں کوئی افراط و تفریط نہیں، تاکہ سب لوگوں کے لئے نمونہ بنو"

تمام مخلوق پر شاہد بن جاتے۔ نیز ان تمام متبدعہ فاسد دلائل سے مستغنی ہو جاتے جن سے اصحاب کلام کے زعم میں دین اللہ کی تائید ہوتی ہے اور ان فاسد آراء سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔ جن کے ذریعہ قیاسیوں کا دعویٰ ہے کہ فروغ دین کی تکمیل ہوتی ہے، حالانکہ ہر دلیل صحیح اور ہر صحیح رائے کی اصل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں موجود ہے۔ سمجھنے والے اسے سمجھ لیتے ہیں اور محروم ہونے والے اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔

فرمان نبوی ﷺ

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آپؐ کے سامنے آکر شہادت دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کا اقرار کرتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کل کے روزے کا اعلان کردیں۔

۲۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کررہے تھے جن میں سے میں بھی تھا۔ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے چاند دیکھ لیا، اس پر آپؐ نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔"

علامہ شوکانیؒ ان دونوں حدیثوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ "یہ دونوں حدیثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ رمضان کے شروع ہوجانے کے بارے میں ایک آدمی کی شہادت بھی کافی ہے اور قبول کرلی جائے گی۔

فرمان نبوی ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب رمضان آتا ہے تو آسمانوں اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اس کے علاوہ شیاطین کو بھی جکڑ دیا جاتا ہے۔

جنت میں ایک باب ریان ہے۔ جس سے صرف روزہ داروں کو گزارا جائے گا۔ انکے داخلے کے بعد وہ بند ہوجائے گا۔